© rasailojaraid.com

# مولانا فراھی کا عربی کلام

## (قرآنی آیات کی صدائے باز گشت)

مبدأ فیاض نے مولانا فراھی کو فطری ملکہ شاعری سے نوازا تھا۔ اور اس نواز نے میں انتہائی فیاضی سے کام لیا تھا۔ قدرت نے انھیں غیر معمولی قسم کی شاعرانہ صلاحیتیں عطا کی تھیں۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو ان کی زندگی میں بعض محیرالعقول قسم کے واقعات ملتے ھیں جن سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ جوھر قسام ازل نے ان کی فطرت میں بدرجۂ اتم ودیعت کیا تھا۔ لیکن چونکہ ان کی زندگی میں اس سے کہیں مہتم بالشان باتیں بیک وقت جمع ھوگئی تھیں اور شاعری وائری کو خود انھوں نے کوئی اھمیت نہیں دی اس لئے یہ پہلو بالعموم نگاھوں سے اوجھل ھی رھا۔ مولانا اگر اس ملکہ سے کام لیتے اور واقعی شاعری کرتے تو کم سے کم تین زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں ان کا کلام ان زبانوں کے صف اول کے شاعروں سے معیار و مقدار میں کمتر نہ ھوتا۔ ان تینوں ھی زبانوں میں کم و بیش ان کا کلام موجود ھے۔ مولانا کے فطری ملکہ شاعری کا اندازہ لگانے کے لئے ان کے دور طالب علمی کا یہ واقعہ قابل ذکر ھے کہ ۱۶ برس کی عمر میں انھوں نے خاقانی کے قصیدے پر جو فارسی قصیدہ لکھا وقت کے اساتذہ بھی اسے دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ فارسی کی تحصیل مولانا فراھی نے اپنے ماموں زاد بھائی شبلی نعمانی سے کی، فارسی زبان و ادب میں جن کا مرتبہ مسلم ھے۔ شبلی کے استاد مولانا فاروق چریا کوٹی تھے۔ جو فارسی شعر و ادب کے مسلم‌الثبوت اساتذہ میں شمار ھوتے تھے۔ شبلی نے فراھی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا لکھا ہوا قصیدہ اپنے استاد کے سامنے رکھ کر کہا کہ حضرت دیکھئے یہ قصیدہ کس کا ہو سکتا ہے۔ مولانا فاروق چریا کوٹی نے دیکھ کر کہا اس وقت یہ تو نہیں بتا سکتا کہ کس کا ہے بہر حال قدماء میں سے کسی کا ہے۔ جب شبلی نے انہیں بتایا کہ یہ حمید الدین کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔(۱) مولانا کا فارسی دیوان پہلے دیوان حمید اور بعد میں نوائے پہلوی کے نام سے چھپ چکا ہے۔ جو لوگ فارسی شاعری کا مذاق سلیم رکھتے ہیں اور شعرائے فارسی کے کلام سے آشنا ہیں وہ اعتراف کریں گے کہ مولانا فراہی کا فارسی کلام کس درجے کا ہے اور ان کی شاعری کا پایہ کتنا بلند ہے۔ مولانا کی فارسی شاعری ایک الگ موضوع ہے اس پر کسی دوسری صحبت میں گفتگو مناسب ہوگی۔ بالفعل مولانا کی عربی شاعری کا مختصر جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ شاعر تو بہت گزرے ہیں، مولانا کی شاعری بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے کہ ان سے شاعری کی ایک نئی روایت قائم ہوتی ہے اس لئے ان کا ذکر دلچسپی اور فائدے سے خالی نہ ہوگا۔

مولانا کا عربی کلام تقریباً ناپید تھا۔ ان کے بعض عربی قصیدے رسالوں یا دوسری کتابوں میں کہیں کہیں مل جاتے تھے۔ ماہنامہ الضیاء لکھنؤ، ماہنامہ الاصلاح سرائے میر اور ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں ان کی بعض چیزیں چھپی تھیں۔

---

۱۔ سید سلیمان ندوی، معارف اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۳۱، ص ۹۔ ماہنامہ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۳۷ء، ص ۴۹۔ یاد رفتگان، مکتبہ اشراق، کراچی۔ ۱۹۵۵۔ ص ۱۲۸۔۱۳۰۔ امین احسن اصلاحی، مجموعۂ تفاسیر فراہی اردو، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان، اچھرہ، لاہور، ص ۲۱۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح حیات شبلی میں سید سلیمان ندوی نے مولانا کا وہ قصیدہ درج کر دیا تھا جو انھوں نے شبلی کی شان میں سفر ترکی سے واپسی پر حکومت برطانیہ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملنے پر بطور تہنیت لکھا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ سے ان کا مختصر عربی دیوان شائع ہوچکا ہے جس میں مولانا بدر الدین اصلاحی نے دستیاب عربی کلام جمع کر دیا ہے۔(۱) یہ کام مولانا کی وفات (۱۹۳۰ء) کے تقریباً چالیس سال بعد انجام پایا۔ فاضل مرتب نے ''کلمۃ الجامع،، میں ان حالات کا مختصراً ذکر کیا ہے جن میں کہ یہ کلام جمع کیا گیا۔ مولانا فراہی کے مخطوطات میں جس قدر کلام ملا وہی اس مجموعے کی زینت ہے۔ یہ مجموعہ اتنا مختصر ہے کہ اسکو دیوان کہنے میں بھی تأمل ہوتا ہے۔ بہر حال جو کچھ میسر آگیا غنیمت ہے اور اسے مولانا کا تبرک سمجھ کر ان کے قدر دانوں کو پڑھنا چاہئے۔ کاش یہ کوشش اب سے بہت پہلے کی جاتی اس طرح اغلب ہے کہ اس مجموعے کا حجم یقیناً اس سے زیادہ ہوتا۔ فاضل مرتب کا خیال ہے اور یہ خیال بے اصل نہیں کہ مولانا فراہی کا بہت سا عربی کلام اس مجموعے میں آنے سے رہ گیا اور بعید نہیں کہ کچھ چیزیں مولانا فراہی کے احباب اور شاگردوں کے پاس موجود ہوں اور بعد میں انہیں شامل اشاعت کیا جا سکے۔ اس مجموعے کی نا تمامی کا حال اسی سے ظاہر ہے کہ اس میں وہ مرثیہ بھی موجود نہیں جو مولانا فراہی نے اپنے استاذ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی وفات پر لکھا تھا اور جس کی نشاندھی مولانا اصلاحی نے کی ہے۔ مولانا اصلاحی استاذ شاگرد کے تعلق کے ذکر میں لکھتے ہیں ''اور ان کی وفات پر مولانا نے عربی

---

۱۔ سلسلہ دائرہ حمیدیہ نمبر ۲۲، مطبعہ حمیدیہ، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۶۷ء۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں جو مرثیہ لکھا ہے اس کا ایک ایک شعر درد و غم میں ڈوبا ہوا ہے۔(۱) مولانا اصلاحی کے اس فقرے سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ مرثیہ نایاب یا کمیاب نہیں تھا۔ پھر بھی اس مجموعے میں آنے سے رہ گیا اور ابھی تک ہمیں کسی ذریعے سے دستیاب نہیں ہو سکا۔ مولانا اصلاحی کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مرثیہ مولانا فراہی کی عربی کی شعری تخلیقات میں شاہکار ہوگا۔ بہت سا کلام تلف بھی ہوگیا ہوگا۔ جیسا کہ ہر شاعر کے ساتھ ہوتا ہے۔ مولانا کے ساتھ خاص بات یہ ہوئی کہ ایک تو وہ خود شاعری کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ زبان عربی تھی جس کے سمجھنے اور قدر کرنے والے سرزمین ہند میں خال خال ہی ہو سکتے تھے۔ یہ کلام نہ تو مشاعروں اور قومی جلسوں میں پڑھا جاتا تھا نہ ملک کے رسالوں میں چھپتا تھا۔ مولانا کی تصانیف بیشتر عربی میں۔ کچھ فارسی میں اور کمتر اردو میں ہیں۔ برصغیر میں عربی کے پڑھنے اور سمجھنے والوں کا جو حال ہے معلوم ہے۔ ان حالات میں مولانا فراہی کے عربی کلام کی حفاظت کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔

تاریخی اعتبار سے مولانا کی عربی شاعری کے آغاز کا سراغ ۱۸۹۳ء سے لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ ایم اے او کالج علی گڑھ میں بی اے کے طالب علم تھے۔ ان کے عربی کلام میں سے تاریخی تعین کے ساتھ اگر کوئی چیز ہم تک پہنچی ہے تو شبلی کی شان میں کہا گیا وہ قصیدۂ تہنیت ہے جو علی گڑھ کالج کے ایک جلسے میں پڑھا گیا۔ وہ بھی اس لئے کہ علی گڑھ کالج کی تاریخ یا شبلی کی سوانح حیات میں اس کا ذکر آگیا ہے۔ یا پھر بعض وہ قصائد ہیں جو کسی تاریخی واقعے یا قومی حادثے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے خود بخود ان کے زمانے

---

۱۔ مجموعہ تفاسیر فراہی، ص ۲۳۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا تعین ہو جاتا ہے۔ مثلاً پہلی جنگ عظیم ، طرابلس ، بلقان اور ترکی وغیرہ سے متعلق قصائد اور نظمیں۔

سولانا فراہی ، ایم اے او کالج علی گڑھ میں کب داخل ہوئے ۔ داخلہ کس جماعت میں ہوا اور کالج سے فراغت کس سن میں حاصل کی ، تاریخ کے تعین کے ساتھ یہ مباحث ہنوز تحقیق طلب ہیں۔ اس ضمن میں مولانا اصلاحی نے صرف اس قدر خبر دی ہے:-

''عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد کم و بیش بیس سال کی عمر میں مولانا انگریزی زبان کی تحصیل کے لئے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے ۔،، (۱)

لیکن محولہ بالا قصیدۂ تہنیت بالتحقیق ۱۸۹۴ء کی تصنیف ہے۔ (۲) مولانا کی پیدائش ۱۸۶۲ء کی ہے۔ گویا یہ قصیدہ مولانا نے تقریباً ۳۲ سال کی عمر میں لکھا ۔ عربی شاعری میں اس سے پہلے کی کوئی چیز ابھی تک ہمارے علم میں نہیں آئی ۔ لیکن عقل اس کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی کہ مولانا نے عربی میں اس سے پہلے کچھ نہ کہا ہوگا۔ فارسی کی نسبت بالتحقیق معلوم ہے کہ مولانا نے ۱۶ سال کی عمر میں قدیم اہل زبان شعراء فارسی کے تتبع میں قصیدہ لکھ کر اساتذۂ وقت کو حیرت میں ڈال دیا تھا ، جو محفوظ ہے اور دیکھا جا سکتا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ عربی میں بھی اسی طرح انہوں نے اوائل عمر ہی میں اگر داد سخن نہیں دی ہو گی تو کم از کم طبع آزمائی ضرور کی ہوگی ،

---

۱ ۔ مجموعہ تفاسیر فراہی ، ص ۲۴ ۔

۲ ۔ حیات شبلی ، ص ۲۳۸ ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اگرچہ اس وقت کی چیزیں محفوظ نہ رہ سکیں۔ ۳۰۔۳۲ سال کی عمر پختگی اور سنجیدگی کی عمر ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کی عمر شعرو شاعری جیسے مشاغل لہو و لعب کے لئے زیادہ ساز گار ہوتی ہے بلکہ موسم بہار کا حکم رکھتی ہے۔ یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ اوائل عمر کا عربی کلام ضائع ہو گیا۔ یہیں سے ان کی عربی فارسی شاعری کا یہ فرق بھی سمجھ میں آتا ہے کہ عربی کا جو کلام ہم تک پہنچا ہے وہ بہت زیادہ سنجیدہ حکیمانہ بلکہ صوفیانہ ہے، اس میں شاعری کی عام روایات کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ جبکہ فارسی دیوان میں کم و بیش ہر طرح کے اشعار ہیں۔ ایک حد میں رہ کر بعض غزلیں بھی کہی ہیں جن میں روایتی انداز کے عاشقانہ مضامین اپنی تمام کیفیتوں کے ساتھ باندھے گئے ہیں۔

چونکہ تاریخی اعتبار سے، موجودہ دیوان میں میرے نزدیک سب سے پہلی چیز یہی قصیدہ ہے اس لئے مولانا فراہی کی عربی شاعری کی تحلیل و تجزیہ میں ہم اس کو نقطہ آغاز بنا کر آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (۱) جیسا کہ گزر چکا ہے یہ قصیدہ ۱۸۹۴ء میں اس وقت لکھا گیا جب مولانا شبلی ایم اے او کالج سے بحیثیت استاذ منسلک تھے۔ اور مولانا فراہی اس کالج میں بی اے کے طالب علم تھے۔ اتحاد طلبہ کی انجمن اخوان الصفا اور لجنۃ الادب کے اہتمام میں ایک استقبالیہ ترتیب دیا گیا جس میں مولانا حالی اور نواب محسن الملک جیسے مشاہیر نے نظم

---

۱۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی وفات پر فراہی نے جو مرثیہ لکھا تھا وہ اگر مل جائے تو قصیدہ تہنیت سے پہلے کی چیز ہے۔ ۱۶ ستمبر ۱۸۹۰ء ان کی تاریخ وفات ہے۔ اس لئے ظاہر ہے اس کے قریب ہی کسی تاریخ میں لکھا گیا ہوگا۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ونثر میں شبلی کو خراج تحسین پیش کیا۔ اسی طرح کالج کے طلبہ نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا فراہی کے ساتھ شبلی کے تعلقات گونا گوں تھے۔ انھوں نے بھی اس تقریب سے ایک عربی قصیدہ لکھا۔ یہ قصیدہ اس وقت تک تین مختلف ذریعوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ ماہنامہ الاصلاح (۱) حیات شبلی (۲) اور عربی دیوان(۳)۔ الاصلاح میں اشعار کی تعداد ۱۸ حیات شبلی میں ۱۶ اور دیوان میں ۱۳ ہے۔ مطلع اور مقطع سب میں یکساں ہے درمیان کے اشعار میں قدرے فرق ہے۔

اس کا پہلا شعر یہ ہے:

یا خیر من یسمو الی العلیاء　　　کالشمس بازغةً بوسط سماء

اس کے بعد بھی تمام اشعار اسی طرح بصورت خطاب ہیں جن میں شبلی کی نجابت، خاندانی، شرافت اخلاق اور علم و فضل کا ذکر ہے۔ آخر کے تین اشعار خاص موقع کی مناسبت سے یوں ہیں۔

واھنئکــــم بما اعطیـــــتم　　　من خیرما وجدوا من الاسماء

ان کان تلك الشمس شمس سماءھا　　　فلصرت شمس العلم والعلماء

اذ انت شمس والعلوم سماء کم　　　فالشمس شمسی والسماء سمائی

شبلی کو حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا تھا۔ شاعر نے قصیدے میں اس کا لفظی فائدہ اٹھا کر مضمون آفرینی کی ہے۔ شروع سے خطاب میں واحد حاضر

---

۱۔ الاصلاح۔ جولائی ۱۹۳۸ء ص ۱۸۔ مقالہ اقبال احمد سہیل بعنوان سیرت شبلی۔

۲۔ حیات شبلی ص ۲۴۹۔

۳۔ دیوان۔ حمید الدین فراہی ص ۲۹۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی ضمیر اور صیغہ کا استعمال کرتے چلے آرہے ہیں آخر کے اشعار میں جمع کی ضمیر اور صیغہ لانے سے شتر گربہ کا عیب پیدا ہوگیا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایک ہی مصرع میں واحد اور جمع کی ضمیریں آگئی ہیں۔ ع اذ انت شمس والعلوم سماء کم ''انت،، کے ساتھ ''کم،، کا اجتماع جمہرۃ البلاغہ کے مصنف کے یہاں تو بالکل جائز نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ جس دور کا کلام ہے اس نوع کی معمولی اسقام نظر انداز کی جا سکتی ہیں۔

''فی غفلۃ الانسان،، کے عنوان سے ایک قصیدہ ہے۔ جس میں دنیا کی بے ثباتی، زندگی کی بے اعتباری، انسان کی سرکشی اور موت کی حقانیت کا بیان ہے۔ اس کے پہلے دو شعر ہیں:

اما لـلـنـاس احـــلام　　　اھم فی السکر نـــوام

وھم وراد حوض المـو　　　ت اصـــرام فاصـرام

کیا لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ کیا وہ نشے میں مست، گراں خواب ہیں، جبکہ ان کی ٹکڑیوں پر ٹکڑیاں موت کے حوض پر آتی جا رہی ہیں۔

اسی قصیدے کا ایک شعر اور ہے:

فحبـــل الموت محـــدود　　　و حبل العیش ارسام (۱)

رہی موت کی رسی تو وہ بہت دراز ہے جبکہ زندگی کی رسی بوسیدہ ہوکر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے۔

اس قسم کے اشعار شعراء جاہلیت کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں۔ اسی قسم کے مضامین پر مشتمل دو شعر امرؤ القیس کے ملاحظہ ہوں۔

---

۱۔ مولانا فراہی کا عربی دیوان ص ۲



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ارانا موضعین لامر غیب ونسحر بالطعام و بالشراب

عصافیر وذبان ودود واجرأ من مجلحة الذئاب (۱)

ترجمہ : میں دیکھتا ہوں کہ ہم موت کی طرف ہنکائے جارہے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سامان خورد و نوش سے مسحور ہیں۔ ہماری حیثیت چڑیوں مکھیوں اور کیڑے مکوڑوں کی ہے مگر جرائم کرنے میں ہم حملہ آور بھیڑیوں سے بھی زیادہ جری و بے باک ہیں۔

ایک اور نظم جس کا عنوان ہے ''فی تقلب الایام بالناس،، اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

وکم رخی العیش فی قصرہ یفغمہ مسک و ازھار

اذ رفع النعش لہ بغتۃً فضمہ ترب واحجار(۲)

زندگی کی کتنی ہی آسائیشیں اس کے محل میں ہوتی ہیں۔ پھولوں کی خوشبو اس کے مشام جاں کو معطر کرتی ہے۔ کہ اچانک اس کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے اور وہ مٹی اور پتھروں کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

مولانا کا عام طرز کلام یہی ہے۔ دیوان کے مرتب مولانا بدرالدین اصلاحی نے بجا طور پر تحریر کیا ہے کہ وہ چونکہ اس زبان کے بہت بڑے ماہر تھے جس میں کہ قرآن نازل ہوا اس لئے شعرائے جاہلیت کے طریق پر شعر کہتے تھے اور ان کے فصحاء کے انداز پر نغمہ پیرائی کرتے تھے(۳)

---

۱۔ دیوان امرؤ القیس۔ بعض روایتوں میں ''لامر غیب،، کی جگہ ''لامرحتف،، آتا ہے۔ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

۲۔ دیوان۔ ص۳ ۳۔ دیوان۔ کلۃ الجامع



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نمونہ کے چند اشعار اوپر نقل کر دئے گئے باقی اشعار دوسرے عنوانات کے ذیل میں درج کئے جائیں گے ۔ آئندہ سطور میں ہم صرف ایسے نکات کے حوالہ سے مولانا فراھی کے کلام کا جائزہ لیں گے جن سے شاعر کی بعض ایسی خصوصیات پر روشنی پڑتی ھے جن میں وہ اگرچہ منفرد نہیں ھے پھر بھی ان کی حیثیت اس کے کلام کے نمایاں عناصر کی سی ھے اور ان سے اس کی شاعری کے خال و خط واضح ھوکر سامنے آتے ھیں ۔ اس مختصر مضمون میں ھم مولانا فراھی کی شاعری کے ایسے عناصر سے تعرض نہیں کریں گے جو عام ھیں اور شعر کہنے کے لئے ھر شاعر انہیں استعمال کرتا ھے ۔ لیکن ان کی نسبت مختصراً یہ بات کہنا شاید بیجا نہ ھو کہ شاعری کے جو عام معیارات مقرر ھیں مولانا فراھی کا کلام ھر لحاظ سے ان پر پورا اترتا ھے ۔

## حکمت

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحراً ، رسول کریم کا قول ھے ''ان من الشعر لحکمة،، کی مثال میں عام طور سے اس قسم کے اشعار پیش کئے جاتے ھیں :

الا کل شی ما خلا اللہ باطل و کل نعیم لا محالة زائل

آگاہ ! اللہ تعالی کے سوا ھر چیز باطل ھے ۔ اور ھر نعمت یقینی طور پر ختم ھونے والی ھے ۔

نبی کریم کے اس ارشاد کو معیار بنا کر مولانا فراھی کی شاعری کا جائزہ لیں تو ان کے کلام کا بیشتر حصہ اس ضمن میں آتا ھے ۔ ایک دو شعر ھوں تو مثال میں پیش کئے جائیں ۔ یہاں تو پورا دیوان ھی اسی رنگ میں ھے ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



چند وہ عنوانات ملاحظہ ہوں جن کے ذیل میں اشعار لکھے گئے ہیں : فی الاستعاذہ۔ فی غفلة الانسان ۔ فی تقلب الایام بالناس ۔ فی نور الحکمة والایمان ۔ فی ذکر اشراط الساعة ۔ فی ذکرئ الایام ۔ فی الرجوع الی العقل، فی التحذیر عن الدنیا۔ ان چند عنوانات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے تحت کس قسم کے اشعار لکھے گئے ہوں گے اور مولانا کی شاعری کا رنگ و آہنگ کیا ہوگا۔

## قرآنی اثرات

مثنوی مولانا روم سے متعلق یہ شعر بہت مشہور ہے۔

مثنوی معنوی مولوی　　　　ہست قرآن در زبان پہلوی (۱)

انداز بیان کی شوخی اور شاعرانہ مبالغہ آرائی سے صرف نظر کرکے دیکھا جائے تو یہ بات چنداں غلط نہیں رہ جاتی۔ اس لئے کہ مولانا روم نے اپنی مثنوی کی بنیاد قرآنی تعلیمات پر رکھی ہے اور بیشتر اس کے اندر قرآنی آیات اور احادیث نظم کی ہیں۔ مولانا فراہی کے عربی دیوان میں بھی بکثرت ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں قرآن مجید کی صدائے بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ یہ اشعار کلی یا جزوی طور پر قرآن مجید سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں۔ باقی قرآنی اثرات کے پرتو سے تو ان کے عربی دیوان کا شاید ہی کوئی شعر خالی ہو۔

ایک موہوب اور مطبوع شاعر ہونے کے باوجود انھوں نے بمعنی عام شاعری نہیں کی اور اگر کی تو بہت کم کی۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فاضل مرتب لکھتے ہیں: و ذالک لانہ قد انقطع بحول اللہ وتوفیقہ، من بدء شبابہ الی النظر فی القرآن و التدبر فیہ، حتی وجد منہ ما تہدء بہ العواطف و تطمئن بہ

---

۱ ۔ یہ شعر عام طور پر جامی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



القلوب و تسکن الیه الأرواح، فبه سکنت فیه عوامل الشعر و ھدأت ۔(۱) قرآن میں انہماک کی وجہ سے مولانا کی طبیعت میں بیدار جذبہ شاعری خوابیدہ ہو گیا۔ اس کے بعد اگر کبھی کسی وقتی تحریک کے اثر سے شعر کہے بھی تو بہ مقتضائے امر فطری ''الاناء یترشح بما فیہ،، حسب موقع ان میں ہیئت اور سواد دونوں اعتبار سے قرآنی عناصر کا غلبہ رہا جس کے باعث ان کی شاعری ایک مخصوص رنگ کی حامل قرار پائے گی۔ عربی شاعری کے جائزے میں یہ بات عام طور سے کہی جاتی ہے کہ جاہلیت کی شاعری کے مقابلے میں بعد کی شاعری مرتبے میں فرو تر ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی بطور کلیہ مسلمہ دہرائی جاتی ہے کہ شاعری جاہلیت میں ترقی کرتی ہے ۔ یہ بات من وجہ تو صحیح ہو سکتی ہے مگر اسے من و عن صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا فراہی کے عربی کلام سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ جاہلیت کی نہیں بلکہ اسلام کی باتیں بھی شعر کے قالب میں اس طرح پیش کی جاسکتی ہیں کہ شعریت مجروح نہ ہو۔ البتہ کہنے والے کا شاعر اور قادر الکلام ہونا شرط ہے ۔ مولانا کے اشعار میں شاعری کے صحت مند عناصر کی ذرہ بھر کمی محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں رندی و ہوسناکی کے دلدادہ اور فسق و فجور کے رسیا اپنے مذاق کی تسکین کا سامان شاید نہ پائیں ۔

سال گذشتہ علامہ اقبال کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر ان کے فکر و فن سے متعلق بہت سی کتابیں شائع کی گئیں ان میں ایک کتاب اقبال اور قرآن

---

۱ ۔ دیوان ۔ کلمة الجامع



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بھی نظر آتی ہے ۔ ''فراھی اور قرآن،، کے عنوان سے مولانا فراھی کا مطالعہ ممکن ہے سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف سمجھا جائے مگر ان کی شاعری خاص کر عربی کلام میں ایسے عناصر کی تلاش ان کے رنگ طبیعت کو سمجھنے کے لئے نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے ۔ سطور ذیل میں مولانا کے عربی دیوان سے جستہ جستہ ایسے اشعار نقل کئے جاتے ھیں جن میں قرآن مجید کے الفاظ و معانی کی صدائے باز گشت صاف سنائی دیتی ہے ۔ اور ان کے متوازی قرآن مجید کی وہ آیات بھی نقل کی جاتی ھیں جن کا پرتو ان اشعار میں نظر آتا ہے :-

## قرآن سے معنوی ہم آہنگی

دیوان کی ایک نظم ''فی نور الحکمۃ والایمان،، کے یہ اشعار ملاحظہ ھوں :

فمثل الایمان یلمع فی ۔۔۔ قلب سلیم للتقیٰ راع
مثل سراج فی زجاج کمثل ۔۔۔ الکوکب الذری لماع
فی وسط مشکوۃ و یوقد من ۔۔۔ زیتونۃ فی خیر اقطاع
من البلاد لا بشرقیۃ ۔۔۔ ولا بغربیۃ اصقاع
کاد یضئی زیتھا قبل ان ۔۔۔ تمسہ النار لاشماع
نور علی نور و من یھدہ ۔۔۔ اللہ لہ یھتد باسراع (۱)

اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے :

ما ابلغ القرآن من داع ۔۔۔ لوکان فیکم سامع واع

ترجمہ : چنانچہ قرآن نے ایمان جو کہ تقوی کی حفاظت کرنے والے قلب سلیم میں دمکتا ہے، اس کی مثال دی ہے ایک ایسے چراغ سے جو کہ روشن

---

۱ - دیوان ۔ ص ٦-٧



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ستارے کی طرح چمکتے ہوئے شیشے کے اندر ہو، جو چراغ دان کے بیچ میں رکھا ہو۔ اور اسے جلایا جاتا ہو زیتون سے جو بہترین خطہ زمین میں پیدا ہوتا ہو۔ نہ انتہائے مشرق میں نہ انتہائے مغرب میں، قریب ھے کہ اس کا تیل، قبل اس کے کہ اس کو روشن کرنے کے لئے آگ لگائی جائے، خود ھی جل اٹھے۔ روشنی کے اوپر روشنی، اور اپنے نور کی طرف اللہ جس کی رہبری فرمائے وہ جلد ہدایت یاب ہو جاتا ہے۔

ان اشعار کو پڑھ کر سورۂ نور کی آیت ۳۰ پڑھئے۔

اللہ نورالسموات والارض ۔ مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح ۔ المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ۔ یکاد زیتھا یضئی ولو لم تمسسہ نار۔ نور علی نور۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء و یضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شئی علیم۔ (آیت ۳۰)

ترجمہ: اللہ ھی آسمانوں اور زمینوں کا نور ھے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ھے جیسے ایک طاق ھو، اس میں ایک چراغ ھو، چراغ ایک شیشے کے اندر ھو، شیشہ گویا کہ وہ روشن ستارہ ھے۔ وہ جلایا جاتا ھو ایک برکت والے درخت زیتون سے جس کا تعلق نہ مشرق سے ھو نہ مغرب سے، اس کا تیل قریب ھے کہ روشن ھوجائے اگرچہ اسے آگ نہ چھو جائے، نور کے اوپر نور، اللہ ھدایت دیتا ھے اپنے نور کی جس کسی کو چاھتا ھے۔ اور اللہ مثالیں بیان کرتا ھے لوگوں کے لئے۔ اور اللہ ھر چیز کی خبر رکھنے والا ھے۔

اسی نظم کے کچھ اور اشعار:۔

و مثل الکفار اعمالھم    کیلمع رقرق بالقاع
یحسبہ الظمأن ماء فیا۔    تیہ باھراع و ایضاع

۳۰۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حتی اذا ما جاء لم یجد شیأ سویا غیر خداع
و وجد اللہ لدیہ فوفـ ـاہ جزاء الصاع بالصاع
و مثل الکفر عما عمایاتہ غطت علی قلب و اسماع
کظلمات البحر ھاجت بہ الارواح من ھوجاء زعزاع
یقمص بالفلک علی لجہ دفاع موج بعد دفاع
فی لیلۃ سحماء قد غمہا جماع غیم فوق جماع
فالجو فی ظلماء حالکۃ والقلب فی الغماء والھاع
قد مطت الظلمۃ اطرافہا والطرف لا یمطو مدی الباع
من اخرج الکف لیبصرھا لم یرھا، ماذا بمسطاع
فظلمات بعضھا فوق بعـ ـض طبقت لیست بشعشاع (۱)

کفار کے اعمال کی مثال صحرا میں چمکتی ہوئی سراب کی سی ہے ۔ پیاسے کو اس پر پانی کا گمان ہوتا ہے ۔ وہ دوڑتا ہوا تیز تیز اس کی طرف لپکتا ہے یہاں تک کہ جب پاس پہنچتا ہے تو اس کو دھوکا کے سوا کچھ نہیں ھاتھ آتا ۔ البتہ پاس ہی اللہ تعالی ملتا ہے جو اسے پورا پورا بدلہ دیتا ہے ۔ اور کفر کی گمراھیوں کی مثال جو کہ دل اور کانوں کو ڈھانپ لیتی ھیں اس سمندر کی تاریکیوں جیسی ہے جس کو تند و شدید ھواؤں نے متلاطم کردیا ہو، جو کشتی کو اپنی وسعت بیکراں میں اچھالتا ہے، اس حال میں کہ ایک موج کے تھپیڑے کے بعد دوسرا تھپیڑا، ایک ایسی کالی رات میں جسے تہ بہ تہ بادلوں نے ڈھک لیا ہو۔ فضا سخت سیاھی والی تاریک رات میں اور دل غم

---

(۱) دیوان ص ۷ ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور خوف و هراس میں۔ تاریکی اس کے چاروں طرف پھیل گئی اور نگاہ دونوں هاتھ کے پھیلاؤ کی حد سے آگے نہیں بڑھتی۔ جو هاتھ نکالتا هے که اسے دیکھے تو اسے نہیں دیکھ سکتا، دیکھنا قدرت میں نہیں۔ تاریکیاں هی تاریکیاں، ته به ته تاریکیاں، بعض کے اوپر بعض، جمی هوئی، هلکی نہیں۔

مولانا فراهی کے ان اشعار کے مقابل قرآن مجید کی ان آیات کو دیکھئے۔

والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمأن ماء حتی اذا جاءه لم یجده شیئا و وجد الله عنده فوفه حسابه والله سریع الحساب. او کظلمات فی بحر لجی یغشیه موج من فوقه موج من فوقه سحاب۔ ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج یده لم یکد یراها و من لم یجعل الله له نوراً فماله من نور (سوره نور آیت ۳۹ - ۴۰)

ترجمه: اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال چٹیل میدان میں سراب کی هے که پیاسا اسے پانی سمجھتا هے لیکن جب وهاں پہنچتا هے تو وہ اسے کچھ نہیں پاتا البته وہ اللہ تعالی کو وهاں پاتا هے سو وہ اس کا حساب پورا پورا چکاتا هے اور اللہ جلد حساب کرنے والا هے۔ یا ان کے اعمال کی مثال وسیع و عریض سمندر میں تاریکیوں کی سی هے جس پر موج چھائی هوئی هو، موج کے اوپر موج، اس کے اوپر بادل، تاریکیاں هی تاریکیاں، بعض کے اوپر بعض، جب وہ اپنا هاتھ نکالتا هے تو اسے دیکھ نہیں سکتا۔ اور جس کے لئے اللہ روشنی نه بنائے تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

اس جائزہ کا ایک دلچسپ پہلو یه هے که مولانا نے ضرورت شعری کی وجه سے الفاظ، تراکیب اور فقروں میں جو تصرفات کئے هیں اس سے لغت



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور زبان پر مولانا کی قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حذف و اضافہ کے علاوہ قرآن مجید میں جو لاہوتی الفاظ استعمال ہوئے ان کی جگہ مترادف الفاظ رکھ کر ردیف و قافیہ اور وزن شعر کے ناسوتی تقاضوں کو پورا کیا گیا ہے۔ مثلاً ''الذین کفروا'' کی جگہ ''کفار''۔ سراب کی جگہ یلمع۔ قیعہ کی جگہ اس کی واحد قاع۔ عندہ کی جگہ لدیہ۔ ید کی جگہ کف۔ مصباح کی جگہ سراج۔ زجاجہ کی جگہ زجاج۔ و غیر ذالک۔ ان تصرفات کی نوعیت ایسی ہی ہے جیسے ترجمہ یا تفسیر کرتے وقت ایک انسان کا طرز عمل اللہ کے کلام کے ساتھ ہوتا ہے خاص کر جب اسی زبان میں مفہوم ادا کیا جائے تو مترادفات کا سہارا ہی کام آتا ہے۔

اس تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے قرآن مجید کی آیات کو سامنے رکھ کر اشعار لکھنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ باقی غیر شعوری کوشش کے تحت مماثلت اور ہم آہنگی کی جو صورتیں ہیں وہ اتنی گونا گوں ہیں کہ ان کا احاطہ اطناب ممل کا باعث ہوگا۔ ایسے عربی داں جن کی نظر قرآن مجید پر محیط ہے ان کو فقط دیوان کا سرسری مطالعہ کرنے سے یہ اندازہ ہوجائے گا کہ کہاں کہاں کس کس جہت سے مولانا فراہی کے عربی کلام میں قرآنی آیات کے اثرات موجود ہیں۔

ذیل میں مولانا فراہی کے دیوان سے کچھ مفرد الفاظ اور مرکب فقرے بطور مثال دئے جاتے ہیں جو بعینہ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔

غافرالذنب۔ قلب سلیم۔ یوم نحس۔ قضی نحبہ۔ مختال۔ فتنہ۔ بال۔ زیغ۔ طاغوت۔ احلام۔ اخوال۔ اخوان۔ اخدان۔ ارحام۔ ریب۔ دھر۔ حبل۔ موت۔ لھو۔ بغی۔ فحشاء۔ محشرون۔ نعماء۔ مسئولون۔ سائل۔ علام۔ جبار۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جند۔ اتراب۔ حیال۔ نبأ۔ اخبار۔ قصد۔ ظل۔ انبار۔ غفار۔ رکب۔ ویل۔ وادی۔ غی۔ غاوی۔ مزن۔ برق۔ ودق۔ صاع۔ قلب۔ بحر۔ ظلمات۔ فلک۔ لج۔ موج۔ لیلة۔ اعلام۔ ذئب۔ الوف۔ اهل۔ عشیر۔ کید۔ زلزلت۔ اصاب۔ مہیمن۔

بعض ایسی مثالیں جن میں کلی نہیں جزوی مماثلت ہے:

قرآن مجید: شدیدالعذاب، شدید العقاب، شدید المحال، همزات الشیطن، قصد السبیل، اذن واعیه۔

مولانا: شدید الانکال۔ همزات النفس، سبیل القصد، سامع واع۔

**قرآن سے صوتی هم آهنگی:**

شاعری میں الفاظ کی بندش سے کلام میں موزونیت اور ردیف یا قافیه کی پابندی سے صوتی نغمگی کو بھی اهمیت حاصل ہے۔ مولانا کے اشعار اس اعتبار سے اپنے اندر وہ تمام شعری لوازمات اور محاسن رکھتے هیں جو اهل ذوق یا نقادان فن کے نزدیک ایک اچھے شعر یا کسی اچھے شاعر کے کلام میں ہونے چاهئیں۔ لیکن میں اس وقت مولانا کی شاعری کی اس خصوصیت کو اس پہلو سے دکھانا چاهتا ہوں که اس میں قرآن مجید کی صدائے بازگشت کس حد تک سنائی دیتی ہے۔ باوجودیکه قرآن کو بمعنی عام شعر کہنا درست نہیں اور قرآن نے خود جگه جگه اس کی نفی کی ہے:

وما علمناه الشعر وما ینبغی له ان هو الاذکر وقرآن مبین (یس - ٦٩)

وما هو بقول شاعر قلیلا ماتؤمنون (الحاقه - ٤١)

لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے که جہاں تک که وزن اور قافیه اور صوتی هم آهنگی کا تعلق ہے قرآن مجید میں ایسے ایک نہیں متعدد



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مقامات ملتے ہیں کہ ان میں متناسب الفاظ کے در و بست کے ذریعہ صوتی نغمگی کی بڑی اچھوتی مثالیں ہیں۔ ان مثالوں یا مقامات کے شمار یا جائزہ کا یہ محل نہیں۔ یہاں بالفعل صرف اس قدر دکھانا مقصود ہے کہ مولانا کے دیوان میں بعض اشعار کو پڑھتے ہوئے ذہن آپ سے آپ قرآن مجید کی بعض ایسے مقامات کی طرف بے ساختہ منتقل ہوجاتا ہے۔ دیوان کے آخر میں "فی الرجوع الی العقل" کے عنوان کے تحت صرف چار شعر ہیں۔ پہلے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

سر مع العقل اینما سارا — در مع الحق حیثما دارا

لا تہولنک لیلۃ عکرت — ان بعد الظلام انوارا

ان فی اللیل و النہار و فی — الشمس والنیرات تذکارا

راکعات مسبحات ید — عوننا للسجود اسحارا

ترجمہ: عقل کے ساتھ ساتھ چلو، جہاں وہ جائے تم بھی جاؤ۔ حق کے ساتھ ساتھ رہو جدھر وہ جائے تم بھی جاؤ۔ تمہیں یہ رات جس کی تاریکی سخت ہے ہر گز دہشت زدہ نہ کرے۔ یقیناً اس تاریکی کے بعد روشنی ہی روشنی ہے۔ رات میں اور دن میں اور سورج میں اور روشن اجرام فلکی میں یاد دہانی ہے۔ یہ رکوع اور تسبیح میں مشغول، زبان حال سے ہمیں ہر صبح سجدۂ بندگی بجالانے کی دعوت دیتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت اس زمین میں فقط یہ چار شعر مولانا نے یادگار چھوڑے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند شعر کہہ کر باقی آئندہ کے لئے اٹھا رکھا، مگر بعد میں یا تو زیادہ اہم کاموں نے دوبارہ ادھر توجہ کرنے کی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مہلت نہ دی، یا اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ مولانا کے یہ اشعار دیکھنے سے بہت پہلے کا ایک مصرعہ اسی بحر میں معلوم نہیں کس شاعر کا یاد ہے اور اکثر موقع مناسبت سے زبان پر آجاتا ہے۔

ع در مع الدهر کیف ما دارا

یہ مصرعہ یقیناً مولانا فراہی کے نظر میں ہوگا۔ اس میں جو فکری گمرہی ہے اس کی اصلاح انھوں نے کردی۔ زندگی کے مسائل اور دنیا کے معاملات میں یہ باقاعدہ ایک نقطہ نظر اور مکتب خیال ہے جو ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کا سبق پڑھا کر انسان کو ابن الوقت، مصلحت کوش اور موقع پرست بناتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا نقطہ نظر یہ ہے

حدیث بے خبرانست تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ ستیز

اور یہی حق کا راستہ ہے جس کی نشاندھی مولانا نے کی ہے۔

مولانا فراہی کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعے سے اس کا مقابلہ کریں تو دو ایسے شاعروں کا فرق واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے جن میں سے ایک محض شاعروں میں سے ایک شاعر ہے۔ اور دوسرا شاعر بھی ہے اور حکیم بھی، حکیم بھی ہے اور مومن بھی۔ مومن بھی وہ مومن جس کے بارے میں اس دنیا کے سب سے بڑے حکیم نے اپنا حکم ناطق یوں دیا ہے کہ ''الحکمۃ ضالہ المومن حیثما وجد فھو احق بھا''۔ حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں بھی پائی جائے مومن سب سے زیادہ اس کا سزا وار ہے۔ گویا ایمان اور حکمت دو توأم ہیں۔ یہ تو محض ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کا کرشمہ ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ اس کتاب کے علم سے بھی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فیضاب ہو جو ایک حکیم علیم کے پاس سے (من لدن حکیم علیم ۔ نمل ۶) آئی ہو اور سراپا حکمت ہو تو اس کی نظر کسی قدر حکیمانہ ہوگی۔ یہ اس کی حکیمانہ نظر ہی کا ثمر تو ہے کہ جہاں ایک عام شاعر ''دربیع الدہر'' کہہ کر آگے بڑھ جاتا ہے وہاں اس کی نظر اسے وہ بات سجھاتی ہے جو محض ایمان کی بدولت ہی کسی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ مصرع میں فقط ایک لفظ کے رد و بدل سے بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔ کجا وہ پستی کجا یہ بلندی۔ مولانا میں نظر کی یہ بلندی کہاں سے آئی۔ جو لوگ مولانا کے اصل مقام سے آگاہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ کس کا فسون نظر ہے۔ اس میں کسے شک ہو سکتا ہے کہ یہ معنوی رفعت بھی اسی قرآن کا فیضان ہے جس کے اثرات کا پرتو اس وقت ہم مولانا کے کلام کے ظاہری محاسن یعنی صورت اور حرف و صوت کی مماثلت میں تلاش کرنے کے درپے ہیں۔

یہ گفتگو بطور جملہ معترضہ درمیان میں آگئی۔ اوپر ہم نے مولانا فراہی کے جو اشعار نقل کئے ان کو ایک بار پھر پڑھئے اور معاً سورہ نوح کی ان آیات کو تلاوت کیجئے اور پھر دیکھئے کہ ان کی صدائے بازگشت کس حد تک مولانا کے مذکورہ بالا اشعار میں سنائی دیتی ہے۔

قال رب، انی دعوت قومی لیلاً ونہارا۔ فلم یزدہم دعائی الا فرارا . . . ثم انی دعوتہم جہارا۔ ثم انی اعلنت لہم، و اسررت لہم اسرارا۔ فقلت استغفروا ربکم، انہ کان غفارا۔ یرسل السماء علیکم مدرارا۔ . . . و یجعل لکم انہارا۔ مالکم لا ترجون للہ وقارا۔ وقد خلقکم اطوارا . . . و قال نوح رب، لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا . . . ولا یلدوا الا فاجراً کفارا . . . ولا تزد الظالمین الا تبارا (آیات ۵ تا ۲۸)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مولانا فراھی کی عربی شاعری میں قرآنی اثرات کا پرتو دیکھ کر اس ضعیف خاتون کا قصہ یاد آتا ہے جس کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ اس کی زبان سے قرآن کے الفاظ ھی ادا ھوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مرتے دم تک اس عہد کو نبھایا اور زندگی بھر اس کی خلاف ورزی نہیں کی۔ وہ ہر بات قرآن کے الفاظ اور جملوں ھی کی مدد سے کہتی۔ ایسا نہیں کہ اس نے دنیا اور اس کے معاملات سے کنارہ کش ھوکر رھبانیت اختیار کرلی ھو۔ وہ ایک عام آدمی کی زندگی بسر کرتی۔ روز مرہ کے کام کاج کرتی اور زندگی کے تمام مشاغل میں ایک عام آدمی کی طرح حصہ لیتی۔ لیکن اپنا ہر کام قرآن مجید کے ذخیرہ الفاظ سے نکالتی اور اسے اس میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔(۱)

انسان کو جس چیز سے شغف ھوتا ہے اکثر اسی کا ذکر اس کی زبان سے ھوتا ہے۔ یہ بات زبان کی طرح قلم کی دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔ شعر و ادب کی دنیا میں یہ بات بہت عام ہے کہ ایک آدمی جس شاعر یا ادیب کو پسند کرتا ہے غیر شعوری طور پر اس کے اسلوب سے متاثر ھوتا ہے اور یہ اثرات اس کی اپنی گفتگو اور تحریر دونوں میں نمایاں نظر آتے ھیں۔ مولانا فراھی کی عربی

---

(۱) دور عباسی کے مشہور عالم دین عبداللہ ابن مبارک کا واقعہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں منقول ہے۔ سفر حج کے دوران ان کی ملاقات ایک معمر خاتون سے ھوئی۔ ان کے مابین جو مکالمہ ھوا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ لاھور نے اپنے قرآن نمبر جلد اول بابت نومبر ۱۹۶۹ء میں یہ مکالمہ پورا کا پورا نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ھو صفحہ ۹۱۔ میں نے یہ واقعہ کہیں اور پڑھا تھا مگر حوالہ یاد نہیں رہا۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شاعری میں ہمیں جاھلی شعرائے عرب کے کلام کا پرتو اتنا نظر نہیں آتا جتنا قرآن مجید کا نظر آتا ھے۔ معانی و مطالب سے لے کر الفاظ و تراکیب، محاورات و ضرب الامثال، تشبیہات و استعارات تک پر اس کی چھاپ نمایاں ھے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے آب حیات میں غالباً نوابان اودھ میں سے کسی کا ایک واقعہ نقل کیا ھے۔ نماز کے بعد نواب کی پیشانی پر مٹی کا نشان یا خس و خاشاک لگا رہ گیا۔ ایک خادم نے دیکھا تو توجہ دلانے کے لئے اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود (فتح - ۲۹)

خادم پڑھا لکھا نہیں تھا۔ یہ تھا اس علمی ماحول کا اثر جس میں وہ پروان چڑھا تھا اور جس میں اس کے شب و روز بسر ہو رہے تھے۔ چونکہ اس دور کے ماحول میں قرآن و حدیث کا چرچا زیادہ تھا اس لئے آپ سے آپ بہت سی باتیں لوگ سیکھ جاتے تھے اور ان کا استعمال بھی کرتے تھے۔ یہ واقعہ زبان قلم پر اس لئے آگیا کہ اس سے معلوم ہوتا ھے کہ مزاولت، قرآن مجید، اس کی تعلیمات اور اس کی آیات و الفاظ کو کس طرح زبان زد کر دیتی ھے۔

مولانا فراھی جن کی زندگی ھی فکر و تدبر قرآن میں بسر ہوئی اور جنھوں نے اپنے فطری ملکہ شاعری کو اس لئے دبا کے رکھا کہ حکمت قرآن کے بحر زخار میں غواصی نے اس کی مہلت نہ دی ان کی اتفاقی شاعری میں اگر قرآن مجید کے اثرات کا پرتو نمایاں ھے تو جائے تعجب نہیں۔

★ ★ ★



© rasailojaraid.com